شرح الصدور

محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی **محمد عبداللہ** صاحب پھولپوریؒ نور اللہ مرقدہٗ

بانی مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار پھولپور اعظم گڈھ

از اجلّۂ خلفاء

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ

زیر اہتمام

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ مفتی **محمد احمد اللہ** صاحب پھولپوریؒ دامت برکاتہم

خلیفہ و جانشین

محسن الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوریؒ نور اللہ مرقدہٗ

ناشر: اشرفی کتب خانہ ''مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار'' پھولپور، اعظم گڈھ، یوپی

+919616129711 khanqah e phoolpuri @khanqahphoolpur/www.phoolpuri.org

﴿تفصیلات﴾

نام کتاب: شرح الصدور

صاحب خطبات: محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہٗ

کمپوزنگ: وکیل احمد کوپا گنج، مئو

سنہ طباعت: ۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء

تعداد صفحات: ۵۶

تعداد اشاعت: ۲۲۰۰

ملنے کے پتے:

(۱) دفتر ''فیضانِ اشرف'' مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ، یوپی

(۲) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' افضل گڈھ بجنور، یوپی

(۳) ''خانقاہ شاہِ عبداللہؒ'' مکان نمبر 4375 گلی نمبر 21 شانتی محلّہ پرانا سیلم پور دہلی 31

(۴) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' (پنجابی مسجد) نمبر 10 نارتھ رنج کلکتہ-17

(۵) ''خانقاہ شاہِ عبداللہ'' 61/1L تپسیا روڈ کلکتہ-39

(۶) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' 3-19/b# کراس عمر باغ لے آؤٹ جے پی نگر بنگلور-78

(۷) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' مدرسہ بیت العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر

(۸) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' المنان کمپلیکس تھاوے روڈ گوپال گنج، بہار

E-mail:baitululoom256029@rediffmail.com

www.phoolpuri.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۷
	علم کی فضیلت	
۲	علم ایک عظیم دولت ہے	۹
۳	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی مقام	۱۰
۴	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا علمی مقام	۱۱
۵	امام بخاری کی علمی جلالتِ شان کی ایک خاص وجہ	۱۱
۶	حقیقی طالب علم کی پہچان	۱۲
۷	آج کے طالب علموں کا حال	۱۲
۸	ہمارے اسلاف کی طالب علمانہ زندگی	۱۳
۹	علم کی ایک امتیازی شان ہے	۱۴
۱۰	علم اللہ کی ایک صفت ہے	۱۵
۱۱	عالم شریعت ہی امامتِ دنیا کا حق دار ہے	۱۶
۱۲	دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کا سایہ ہیں	۱۷
۱۳	علم دین انسانی روح کی تربیت کا ایک ذریعہ ہے	۱۸

۱۴	دین شریعت کی برکتیں عالم گیر ہیں	۱۹
۱۵	نصرت الٰہی دینی تعلیم کو اپنانے پر موقوف ہے	۲۰
	درسِ قرآن کریم	۲۱
۱۶	تمہیدی بات	۲۱
۱۷	’’الٓمٓ‘‘ کی تفسیر	۲۲
۱۸	’’الٓمٓ‘‘ کے اسرار ورموز	۲۲
۱۹	جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ نہیں ہیں	۲۳
۲۰	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج جسمانی تھا	۲۴
۲۱	’’ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ‘‘ کی تفسیر	۲۴
۲۲	ہدایت کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ بھی ضروری ہیں	۲۶
۲۳	حضرات انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی تعداد	۲۶
۲۴	دین حاصل کرنے کا اصلی طریقہ	۲۷
۲۵	’’هُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ‘‘ کی تفسیر	۲۸
۲۶	کتاب اللہ کی برکتیں اور اس سے ہماری دوریاں	۲۹
۲۷	کتاب اللہ کی برکت کا اثر	۲۹
۲۸	قرآن کریم اللہ کا شاہد ہے	۳۱
۲۹	مسلمانوں کا قرآن کریم کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں؟	۳۱
۳۰	کتاب وسنت سے دوری گمراہی ہے	۳۳

۳۱	فرشتوں کی نظر میں کلام الٰہی کی عظمت	۳۳
۳۲	صحابہ کا قرآن سے تعلق	۳۴
۳۳	متقی بننا مسلمانوں کا ایک اختیاری عمل ہے	۳۵
۳۴	آخرت کی تیاری	۳۶
۳۵	یومِ محشر میں انسان کی کس مپرسی	۳۶
	درود شریف کی فضیلت	۳۸
۳۶	درود شریف کا حکم اور اس کے درجات	۳۸
۳۷	’’اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ‘‘	۳۹
۳۸	’’اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ الخ ‘‘ کی تشریح	۴۰
۳۹	صلوٰۃ وسلام کا حکم دینے کا راز	۴۰
۴۰	ایک علمی اشکال	۴۱
۴۱	جواب	۴۲
۴۲	ایک درود پر دس رحمتیں	۴۲
۴۳	درود پاک کو افضلِ ذکر میں شمار کرنے کی وجہ	۴۳
۴۴	گناہوں کی معافی اور رفع درجات کا ذریعہ	۴۳
۴۵	درود وسلام آخرت کی کمائی کا ذریعہ ہے	۴۴
۴۶	کثرتِ درود کا انعام	۴۵
۴۷	مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک کشف	۴۶

۴۸	درود پڑھنے سے سنتوں پر عمل کی توفیق ملتی ہے	۴۶
۴۹	''التحیات'' کا شانِ ورود	۴۸
۵۰	معراج کا واقعہ	۴۸
۵۱	''التحیات'' کی تشریح	۴۹
۵۲	پنج وقتہ نمازیں واقعۂ معراج کی یاد دلاتی ہیں	۵۱
۵۳	تخفیفِ نماز کا واقعہ	۵۲
۵۴	تخفیفِ صلوٰۃ میں روایات	۵۳
۵۵	نماز چھوڑنا کفر جیسا عمل ہے	۵۴
۵۶	حضرت محسن الامت علیہ الرحمہ کے پسندیدہ اشعار	۵۶

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد احمد اللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم

خلیفہ وجانشین محسن الامت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

علم ایک عظیم صفتِ الٰہیہ ہے، جس سے حق تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو سرفراز فرمایا، اس علم کی بدولت اسے عزت وسربلندی حاصل ہوئی، تمام مخلوقات پر فوقیت اور افضلیت نصیب ہوئی، خود انسانوں کے اہل علم ومعرفت کی حکمرانی غیر اہل علم پر عملاً نہ سہی ذوقاً ووجداناً مسلّم ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' کہ عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔

اصل مرکزِ علم اور منبعِ حکمت تو بس قرآن کریم اور احادیث نبویہ ہیں، مگر انسان نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ان دونوں چشمہائے فیض سے علوم وفنون کی گوناگوں نہریں جاری کردیں، جن سے انسانیت علیٰ فرقِ استعداد زیورِ علم سے آراستہ ہوتی رہتی ہے، قرآن وحدیث کے اندر غور وفکر، استنباطِ احکام اور استخراجِ مسائل کے نتیجے میں مختلف مکاتبِ فکر اور متنوعِ مناہجِ عمل وجود میں آئے۔ نیز ہر زمانے کے تقاضے، انسان کی وقتی ضروریات اور عصری ہم آہنگی کی مصلحت کے پیشِ نظر علمائے امت اور مبصرین ملّت حضرات، قرآن وحدیث کی تشریحات امت کے سامنے ایسے سہل اور موافق انداز میں پیش فرماتے رہے کہ طالبین صادقین کی سیرابی بھی ہوجائے اور معاندین کے کھوکھلے اعتراضات اور ناقابل اعتناء اشکالات کا دندان شکن جواب بھی بن جائے۔

اکابرین دیوبند میں صف اوّل کے عالم ربانی، مجدد زمانہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی زبان وقلم سے حق تعالیٰ نے دین متین کی تمام شاخوں میں سرسبزی وشادابی پیدا فرمائی، حضرت نے علم وعمل کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں جہالت اور بدعات وخرافات کے جو دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، ان کو چاک کرکے شریعت وسنت کی اصل صورت اور حقیقی سیرت کو بے نقاب نہ کیا ہو؛ حضرت والا کی ذات ایسی بافیض واقع ہوئی تھی کہ بعد کے تقریباً تمام اہلِ حق علمائے کرام نے افادۂ عام کے لیے ان کی تحریروں سے استفادہ کرکے انھیں سہل انداز میں امت کے سامنے پیش کرنا وقت کا اہم تقاضا تصور فرمایا، والد ماجد محسن الامت حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہٗ نے بھی اپنی زندگی کا اہم حصہ اس مبارک عمل میں گزارا کہ آسمانِ شریعت کا جو بادل میزابِ اشرفی سے ہوکر ارضِ انسانیت پر برسا اس سے اپنے قلب ونظر کو سیراب کیا، پھر بادہ خوارانِ شریعت وطریقت کو بھی خوب آسودہ کام فرمایا، حضرت والا کے بیانات کی ایک معتد بہ مقدار جو مذکورہ حقائق کی ترجمانی پر مشتمل ہے، بذریعۂ ٹیپ ریکارڈ محفوظ ہے، توکلاً علی اللہ عزم ہے کہ ان تمام جواہر پاروں کو افادۂ عام کی غرض سے رفتہ رفتہ سپردِ قرطاس کرکے طالبین کے سامنے پیش کیا جائے، چند مجموعۂ خطبات منظر عام پر آچکے ہیں، اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ مجموعہ خطبات بنام ''**شرح الصدور**'' حاضر خدمت ہے۔

دعا فرمائیں یہ مبارک سلسلہ باخلاص دوام وبہ جہد تمام اپنے انجامِ نیک نام کو پہنچے۔ (آمین) وماتوفیقی الّا باللہ۔ والسلام

(مفتی) محمد احمد اللہ پھولپوری غفراللہ لہٗ ولوالدیہ

خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ (یوپی)

۲۴/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

علم کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ أَن لَّا اِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ’’اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ‘‘(سورۃ العلق۱–۲) صدق اللہ مولانا العظیم.

علم ایک عظیم دولت ہے:

حضرات علماء کرام، طلبۂ عزیز اور معزز سامعین کرام!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۂ علق کی ابتدائی دو آیات پڑھی ہیں اور ان ہی دو آیتوں کی روشنی میں آپ حضرات کے سامنے کچھ باتیں عرض کرنے کا داعیہ پیدا ہوا ہے، دعا فرمائیں اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو علم نافع نصیب فرمائے۔(آمین)

علم ایک بہت عظیم شئ ہے اور اس قدر عظیم شئ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری زندگی تک ’’رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا‘‘ کی دعا مانگتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں کسی چیز میں اضافہ اور کسی چیز کی بڑھوتری کی درخواست نہیں کی، اگر درخواست کی بھی

تو علم میں بڑھوتری کی، اسی سے علم کا ایک عظیم شئ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

نیز اس دنیا کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق کیسا تھا اور کتنا تھا، حضرات اکابر کی کتابیں اور تمام نصوص اس سے بھری پڑی ہیں، چناں چہ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''مَالِيَ وَلِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا'' (سنن ترمذی:۲۳۷۷) میرے بھائی! آپ اندازہ لگائیں کہ جس کی وجہ سے یہ دنیا پیدا کی گئی، زمین وآسمان کی یہ ساخت بنائی گئی، اللہ تعالیٰ نے اس کو محبوب کی گزرگاہ ہونے کی حیثیت سے کیسے سجایا، مہکایا اور پھیلایا؛ لیکن جس کی وجہ سے یہ دنیا بنی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ''میرا اس دنیا سے کیا لینا دینا میں تو اس دنیا میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ ایک گھوڑسوار چل رہا ہو، چل رہا ہو اور چلتے چلتے ایک سایہ دار درخت دیکھ لے اور وہاں کھائے پیے پھر چل پڑے''۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تو اس دنیا سے صرف اتنا ہی تعلق ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی انہیں حکم دیتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ''رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا'' پڑھتے رہیے! یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے رہیں کہ اے میرے رب! ہمارے علم میں بڑھوتری نصیب فرما۔

(عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً، فَقَالَ: مَالِيَ وَلِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا) (سنن ترمذی:۲۳۷۷)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی مقام:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا علم عطا فرمایا تھا؟ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: مجھے اوّلین کا بھی علم عطا کیا گیا ہے اور آخرین کا بھی علم عطا کیا گیا ہے، اتنے علم کے باوجود اس علم کی پیاس کو باقی رکھنے کے لیے اور بعد میں آنے والے انسان کو علم سے کبھی آسودگی محسوس نہ ہو بلکہ پیاس مزید بڑھتی ہی رہے اور انسان برابر علم میں لگا ہی رہے، کہیں کوئی اپنے علم پر اعتماد کر کے مطالعہ کی فکر کرنا نہ چھوڑ دے، اسی لیے فرمایا: ''رَبِّ زِدْنِـيْ عِلْـمًا'' کہ نہیں ایسا مت کرو! بلکہ پڑھتے رہو، چڑھتے رہو اور کسی بھی جگہ پہنچ کر رکنے کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے: ''وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ'' (سورۂ یوسف:۷۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا علمی مقام:

میرے دوستو! ''وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ'' کی روشنی میں علماء کرام لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سارے علوم کے احاطہ کا دعویدار ہو تو وہ کاذب ہے، چناں چہ اکابرین میں ایک شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ گزرے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈیڑھ سو علوم میں تبحر عطا فرمایا ہے، پھر بھی وہ تمام علمی شعبوں کے جامع نہیں تھے، اسی لیے علما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ساری احادیث کا جامع اپنے کو کہے تو وہ کاذب ہے، اس لیے کہ کچھ احادیث کا علم کسی کو ہوتا ہے اور کچھ کا نہیں ہوتا۔

امام بخاری کی علمی جلالتِ شان کی ایک خاص وجہ:

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی علمی جلالتِ شان کی ایک خاص صفت یہ بھی لکھی گئی ہے کہ حضرت امام بخاری روایت کرتے ہیں: ''عَمَّـنْ فَوْقَه، وَعَمَّنْ تَحْتَه، وَعَمَّنْ يُسَـاوِيْـهِ'' ان کا علم اس لیے بڑھ گیا کہ وہ اپنے بڑوں سے بھی علم حاصل کرتے تھے، اپنے

مساوی سے بھی حاصل کرتے تھے اور اپنے چھوٹوں سے بھی علم حاصل کرتے تھے؛ چناں چہ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ ان کے شاگرد بھی ہیں اور استاذ بھی ہیں، اس لیے کہ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ سے بھی انہوں نے روایت نقل کی ہے اور جب امام بخاری، امام ترمذی سے روایت نقل کرتے ہیں تو فرماتے بھی ہیں کہ ہم نے اس کو امام ترمذی سے روایت کی ہے، معلوم ہوا کہ علم کسی سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ آپ سے چھوٹا ہو یا بڑا یا آپ کے مساوی درجے کا ہو۔

حقیقی طالب علم کی پہچان:

بھائی! علم ایسا بحرِ بے کراں ہے کہ اس کے طالب کو کبھی آسودگی نہیں ہو سکتی، چناں چہ ایک حدیث پاک میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دو پیاسے ایسے ہیں جن کی پیاس کبھی نہیں بجھتی، ایک طالبِ علم ہے اور دوسرا طالبِ مال، ان دونوں کو کبھی آسودگی نہیں ہو سکتی: ''مَنْهُوْمَانِ لَايَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا'' (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۱۱۸)

آج کے طالب علموں کا حال:

اسی لیے اس حدیث کی روشنی میں میں کہتا ہوں کہ آج کے اہل علم کو ذرا حیا آنی چاہیے؛ کیوں کہ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علم اور طالب مال دونوں کو یکساں درجہ دیا ہے، دونوں کی طلب کو مساوی درجہ دیا ہے؛ لیکن طلب علم والے کتنے پیچھے رہ گئے اور طالب مال کہاں پہنچ گئے، ان کے لیے راتوں کو جاگنا آسان، ان کے لیے بڑے بڑے اسفار آسان، اپنے گھر بار کو چھوڑنا آسان اور سولہ سے اٹھارہ گھنٹے ڈیوٹیاں دینا ان

کے لیے آسان، حتیٰ کہ مال کے لیے اپنی جان گنواں دینا بھی آسان؛ لیکن طالب علم کا حال یہ ہے کہ درس گاہوں میں بیٹھ کر صرف چھ گھنٹہ علم حاصل کرنا ان کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتا ہے، ان کے سر میں درد ہونے لگتا ہے اور بخار آنے لگتا ہے جب کہ ان کی سہولیات کے لیے بجلیاں لگی ہوتی ہیں، لائٹ کا انتظام رہتا ہے، پنکھے چل رہے ہوتے ہیں، تپائیاں لگی رہتی ہیں، قالین کا بھی انتظام رہتا ہے اور اچھے اچھے کھانوں کا بھی معقول انتظام رہتا ہے، پھر بھی ان کے اندر علم کی طلب اور علم کی حرص نہیں۔

ہمارے اسلاف کی طالب علمانہ زندگی:

آپ اپنے اکابرین اور بزرگوں کی طالب علمانہ زندگی اور دوران تعلیم کے احوال دیکھیں اور مطالعہ کریں کہ کس قدر علم کی طلب، علم کی جستجو، علم کی تلاش میں منہمک اور مشغول رہتے تھے، چناں چہ کوئی بنیا کے چراغ میں پوری رات مطالعہ کرتے ہوئے گزار دیتے، تو کوئی راستہ میں جلتی ہوئی بتی کے پاس بیٹھ کر کتب بینی اور مطالعہ میں وقت گزارتے، نیز بہت سے اکابرین اور بزرگ ایسے بھی گزرے ہیں جو چاند کی چاندنی میں پوری رات کتابیں مطالعہ کیا کرتے تھے، اور فاقہ کشی کا عالم یہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین اپنی تجارت میں مشغول ہوجاتے اور انصار اپنی کھیتی میں؛ لیکن ہم اصحابِ صُفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حصول علم کے لیے بھوکے پیاسے بیٹھے رہتے اور کبھی بھوک کی اتنی شدت ہوجاتی کہ بے ہوش ہوجاتے، میرے دوستو! اتنے مجاہدات کے بعد بھی ان کی طلب میں کوئی چیز مانع نہیں ہوئی؛ لیکن آج ہر طرح کی سہولیات کے باوجود بھی ہماری طلب سُست ہے، آپ کہتے ہیں کہ ہمیں جگایا نہ جائے، ہمیں مارا پیٹا نہ جائے اور آپ کے لیے کسی قسم کا اعلان نہ کیا جائے تو بھی آپ درس گاہوں میں نہ جائیں۔

علم کی ایک امتیازی شان ہے:

یہ علم بہت قیمتی خزانہ ہے، اتنا قیمتی خزانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سارے رسولوں کو حتیٰ کہ تمام بنی نوع انسانی کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ چناں چہ چاند، سورج، ستارے اور سیارے پیدا کر کے انسانوں کے لیے مسخر کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ" نیز یہ دن اور رات کو پیدا کر کے انسانوں کے لیے مسخر کر دیا، اللہ فرماتے ہیں "وَسَخَّرَلَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَار" (سورۂ ابراہیم:۳۳) کہ ہم نے تمہارے لیے لیل ونہار کو مسخر کر رکھا ہے اور امام بخاری علیہ الرحمہ "سخر لکم" کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "سَخَّرَلَكُمْ أيْ ذَلَّلَ لَكُمْ" یعنی ہم نے تو انہیں کو تمہارے لیے عاجز کر رکھا ہے اور تمہاری خدمت کے لیے ان کو مجبور کر رکھا ہے، یہ اس قدر مجبور اور عاجز ہیں کہ آپ کا ڈرائیور تو چھٹی لے سکتا ہے؛ لیکن یہ چاند اور سورج ایک دن بھی چھٹی نہیں لے سکتے۔ نیز اللہ تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں "وَلَكُمْ مَافِيْ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ" (سورۂ جاثیہ:۱۳) کہ ہم نے زمین وآسمان کے سارے خزانے تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے، تمہاری نفع رسانی کے لیے مقرر کر رکھا ہے، یہ سوال نہیں پیدا ہوسکتا کہ کوئی بھی چیز تمہاری نفع رسانی سے منحرف ہو جائے اور انکار کر دے اور انکار بھی آخر کیسے کر سکتی ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ساتھ لگی ہوئی ہے، الغرض اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان اور اس کے مابین تمام مخلوقات چاند، سورج، ستارے، سیارے اور بے شمار معدنیات مثلاً سونے، چاندی، پیتل، لوہا، تانبا، کوئلہ اور ابرق کو پیدا کر کے براہ راست انسانی نفع رسانی کے لیے مسخر کر دیا؛ لیکن علم جو حقیقت میں روح کی غذا اور روح کی تربیت ہے اسے جب دینے کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے قوی فرشتہ جبرئیل امین جو سید الملائکہ کہے جاتے ہیں، علم کی طاقت اور علم کی عظمت کو بڑھانے کی غرض سے ان کے

واسطہ سے عطا فرمایا۔ اور ایک حدیث میں جبرئیل امین کی طاقت کے بارے میں سمجھایا گیا ''لَہٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ ''یعنی ان کے چھ سو پَر ہیں، ان کی طاقت کا حال یہ ہے کہ اگر ان کا ایک پَر بھی اس زمین کو اٹھائے تو ساتوں زمین کو اٹھا کر آسمان سے نیچے پھینک دے، اتنی طاقت کہ سارا ایٹم بم زیرو بم ہو جائے۔

میرے بھائی! ان کو اتنی طاقت کیوں ملی؟ اتنی طاقت کس وجہ سے ملی؟ اللہ کے کلام کو لانے کی وجہ سے ملی، اس سے اللہ کے علم کی طاقت سمجھئے اور اس کی عظمت کا اندازہ لگایے، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں خود ارشاد فرماتے ہیں ''اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا'' (سورۂ مزمل: ۵) یعنی میں آپ پر بڑا بھاری بھرکم قرآن اتار رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم اور اہل علم کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

علم اللہ کی ایک صفت ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس انسان کو علم کیسے عطا کیا؟ اللہ نے اپنی صفت اس انسان کو کس طرح عطا کیا وہ تو معلوم ہو گیا؛ اور یہ علم کیا ہے؟ یہ تو اللہ کی صفت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں ''اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ'' (سورۂ فاطر: ۱۰) یعنی اس علم الٰہی اور اس حکم الٰہی کے مطابق اگر تم عمل کرو گے تو تمہارا یہ عمل یہاں سے چڑھ کر اوپر چلا جائے گا، جو آخرت میں تمہارے لیے نفع کا ذریعہ ہوگا؛ لیکن اگر دنیا کے علم پر عمل کرو گے تو وہ عمل اسی دنیا میں رہ جائے گا، چاہے تم بنگلہ ہی کیوں نہ بنا لو! وہ تمہارے ساتھ جانے والا نہیں ہے، اگر کار ہو تو وہ بھی بے کار ہے، یہ انجینئر بڑے بڑے جنگلوں کو آبادیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں؛ لیکن ایک جنگل اور ایک آبادی بھی ساتھ جانے والا نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اس نے دنیا کے علم پر عمل کیا تھا، اگر دین کے علم پر عمل کرتا تو اس کا عمل اس کے ساتھ اوپر جاتا اور اس کو جنت میں پہونچا دیتا؛ لیکن چوں کہ

اس نے اس دنیا کے علم پر عمل کیا تھا، اس لیے وہ سارا عمل دنیا میں رہ گیا اور اس دائرۂ خاردار سے نکل نہیں سکا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلا پیغام ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' (سورۂ علق:۱) دیا، یعنی رب کے نام سے پڑھنا سکھایا اور رب کے نام سے جو چیز حاصل کی جاتی ہے وہ بلند و بالا ہوتی ہے، اس لیے وہ اعمال جو اس کے نام پر کیے گئے اور وہ علم جو اس کے نام سے پڑھا گیا اور اس کی نسبت پر حاصل کیا گیا وہ سب کا سب اوپر چڑھ جائے گا اور اوپر جانے کے بعد تمہاری نفع رسانی کا ذریعہ بنے گا، اور ایسا نہیں ہے کہ اس علم دین کا نفع دنیا میں نہیں ملتا بلکہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے، البتہ آخرت کا نفع اصل اور دائمی ہے اور دنیا کا نفع اس کے مقابلہ میں کمتر اور عارضی ہے۔

عالمِ شریعت ہی امامتِ دنیا کا حق دار ہے:

عام طور پر ہمارے ذہنوں میں یہی بات رہتی ہے کہ علم شریعت میں دنیاوی امور کے متعلق کوئی راہ نمائی نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کے ذریعہ کوئی دنیوی ضرورت پوری ہوتی ہے ایسا بالکل نہیں بلکہ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کی امامت کا حق اس کو دیا ہے جو علم شریعت کا حامل ہو اگر میری اس بات کا صحیح اندازہ لگانا ہو تو سورۂ یوسف پڑھو!۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر بادشاہت تک کی زندگی کو تفصیل سے نقل کیا، چناں چہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ان کو کنویں میں گرانا، پھر وہاں سے نکل کر ایک اجنبی انسان بن جانا، پھر بحیثیت غلام بک جانا اور بکنے کے بعد عزیز مصر کے یہاں چلے جانا، پھر زلیخا کے ساتھ واقعہ پیش آنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ان تمام مصائب سے گزرنے کے بعد عزیز مصر کے خواب کی تعبیر دینا کہ دیکھیے! پہلے خوش حالی آئے گی اس کے بعد قحط سالی آئے گی اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا سارا انتظام بھی سنایا تو جتنے بھی وزراء تھے سب نے چھٹی لے لی کہ بھائی یہ کام مشکل ہے، ہم سے نہیں ہوسکتا تو اللہ تبارک

وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ مقام نقل کیا ہے اور علم شریعت اور علم نبوت میں ان کا کمال نقل کرتے ہوئے ان کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ''قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ''(سورۂ یوسف:۵۵) یعنی جب تم سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو اب مجھے روئے زمین کا خزانہ حوالہ کردو؛ کیوں کہ میں حفیظ بھی ہوں اور علیم بھی ہوں: حفیظ ہونے کی وجہ سے اس پیداوار کی حفاظت بھی کروں گا اور علیم ہونے کی وجہ سے جب خرچ کرنے کا موقع آئے گا تو موقع پر خرچ بھی کروں گا، اسی وجہ سے حفاظت کا انداز بھی ان کا نرالا تھا، اور جب فقر وفاقہ شروع ہوا اور قحط سالی شروع ہوئی تو لوگوں کو غذا فراہم کرنے کا انداز بھی نرالا تھا، اور سارے وزیران کے سامنے حیران وششدر رہ گئے اور سب کو سلینڈر کردیا۔ میرے بھائی یہ کس چیز کا کمال تھا، یہ علم دین کا کمال تھا، علم شریعت کا کمال آج بھی ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم علم دین کامل طور پر حاصل کریں، اور اس پر عمل کرنے کی فکر کریں۔

دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کا سایہ ہیں:

بھائی! اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے خواہ وہ نعمت ہو یا غیر نعمت، عیش وآرام ہو یا تکلیف، اس کی ہر چیز آخرت کے مقابلے میں فوٹو اور ایک سایہ ہے، جیسے ایک صاحب کے پاس کار ہے اور ایک صاحب کے پاس کار کا فوٹو ہے تو کار کے فوٹو والے کو کچھ فائدہ ملے گا؟ بس تسلی حاصل ہوتی رہے گی کہ ہے کچھ، اگرچہ اس کی تصویر ہی سہی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اس دنیا کی جو نعمتیں ہیں وہ سب فانی ہیں ان کا صرف نام ہے، اشتراک اسمی کے علاوہ کچھ بھی نہیں، جیسے سیب کی تصویر میں اور سیب میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اسی طرح جنت کی نعمتوں میں اور اس دنیا کی نعمتوں میں فرق ہے ''وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا'' کا راز بھی یہی ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس کا فوٹو نہیں دکھاتے تو آخرت میں اس کا سمجھنا بڑا مشکل ہوتا۔

علم دین انسانی روح کی تربیت کا ایک ذریعہ ہے:

میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلا پیغام ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ '' دیا ہے۔ اور یہ بات تو یقینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی محبوب نہیں تھا اور اللہ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ '' سے شروع فرمائی تو آپ کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت جس علم سے فرمائی تھی، اللہ نے اپنے محبوب کے صدقے میں اس علم کو باقی رکھا اور اس کی حفاظت کا اعلان فرما کر اس کا انتظام بھی فرمایا، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''یَا أَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ '' (سورۂ مائدہ:۶۷) یعنی اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جو کچھ دیا ہے اس کو لوگوں تک پہونچا دیجیے! اس لیے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، جو کہ رب کا نصاب تربیت ہے اور نصاب تربیت کا کوئی بھی حصہ ساقط ہوجائے تو تربیت ناقص رہے گی، اس لیے اس کا کوئی جملہ، کوئی ٹکڑا اور کوئی بھی حصہ چھوٹنے نہ پائے آپ اس کے ہر ہر حصہ کو پہنچایئے، اس لیے کہ یہ آسمانی نعمت ہے، اس دنیا میں نہیں ملے گی، حیدرآباد میں نہ ملے تو بمبئی سے منگوالیں، یہ وہ نہیں ہے، یہ تو ''مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ '' ہے، آپ کے رب کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی کتاب ہے، اس کتاب کا کوئی بھی حصہ چھوٹنے نہ پائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ '' (سورۂ حجر:۹) یعنی میں نے ہی اس قرآن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے اور میں ہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں، اور میں ہی اس کی حفاظت کرتا رہوں گا، بس آپ پہنچانے کا کام کرتے رہیے، اس کو کوئی ضائع نہیں کرسکتا، تو میرے بھائی اللہ تبارک وتعالیٰ

نے اپنے رسول سے جس چیز کا آغاز فرمایا، اس کی امت کے لیے اس سے بڑی اور کیا نعمت ہوسکتی ہے، اس لیے اس نعمت کا ہمیں احساس ہونا چاہیے۔

دین شریعت کی برکتیں عالم گیر ہیں:

دنیا میں مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتا دیکھ کر آج یہ مسلمان پوچھتا ہے کہ اب میں کیا کروں! تو میں کہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت جس چیز سے کی تھی اگر تم بھی اس چیز کو اپنا لو تو تمہاری بھی حفاظت ہو جائے گی، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ''(سورۂ توبہ:۳۳) یعنی وہ اللہ ایسا ہے جس نے آپ کو حق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس حق وہدایت میں اتنی طاقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے ادیان باطلہ کو روند ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت دی تھی کہ آپ کو ایٹم بم کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق اور ہدایت کی طاقت دی تھی اور حق وہدایت کی وہ طاقت تھی جس نے عرب کے سنگلاخ علاقوں میں چشمۂ شیریں جاری فرمایا، وہ قوم جس کو قیصر وکسریٰ نے چھوڑ دیا تھا اور جس کو قیصر وکسریٰ کی حکومتوں نے یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا تھا کہ یہ وہ قوم ہے جو قابو میں آنے والی نہیں ہے، ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نے فتح کیا اور پھر ابو جہل کے گھر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناک، کان، دل اور گردہ کاٹ کر کھانے والی ہندہ ایمان لے آئیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفار قریش کو ابھارنے والے ابوسفیان ایمان لے آئے، حتیٰ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے خون کے پیاسے اور قاتل حمزہ وحشی کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق اور

ہدایت کی طاقت تھی، جس نے ایسی وادیوں کو بھی زرخیز بنادیا، جہاں چشمۂ شیریں کا امکان بھی نہیں تھا؛ لیکن پوری دنیا کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے کے باوجود بھی آج کا یہ مسلمان اس حق اور ہدایت کو لینے کے لیے تیار نہیں۔ اے مسلمانو! اگر آج بھی تم اس حق اور ہدایت کو لینے کے لیے تیار ہو جاؤ! تو اللہ تبارک وتعالیٰ ''لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه'' کا منظر ابھی بھی پیش فرما دیں؛ لیکن آج کا یہ مسلمان سوچتا ہے کہ حق بات پر دوسرا عمل کرے ہم نہ کریں۔ یہ چاہتا ہے کہ برائی دوسرے لوگ چھوڑ دیں اور ہم نہ چھوڑیں، یہ چاہتا ہے کہ دوسرا کوئی ہم کو گالی نہ دیں لیکن ہم دوسروں کو گالی دیں، یہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کا مال چوری کریں لیکن دوسرا کوئی ہمارا مال چوری نہ کرے، لیکن میرے بھائی یہ بات یاد رکھیں کہ یہ دوہرا معیار آپ کو کبھی عزت نہیں دے سکتا۔ اگر عزت حاصل کرنی ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقرر کردہ اصول حق اور ہدایت پر عمل کرنا ہوگا اور اس کو اختیار کرنا ہوگا۔

نصرت الٰہی دینی تعلیم کو اپنانے پر موقوف ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''اِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ'' (سورۂ محمد:۷) یعنی اگر میرا کام کروگے تو تنخواہ ملے گی اور اگر نہیں کروگے تو نہیں ملے گی؛ اور تمہارے ذہنوں میں یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ اگر ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا، تم میرا کام چھوڑ دو میں تو دوسرا نوکر رکھوں گا اور وہ ''لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ'' ہوگا، یعنی وہ تمہارے جیسا نہیں ہوگا بلکہ تم سے اچھا ہوگا کہ دینی احکام کو سیکھ کر عمل کرے گا اور اس کو پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو علم دین سیکھنے کی اس پر عمل کرنے کی اور اس کے احکام کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین.

درسِ قرآن کریم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. "الٓمّٓ. ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" (البقرة: ۱–۲)
صدق اللہ مولانا العظیم.

تمہیدی بات:

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

آپ حضرات نے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات نماز کے اندر اپنے امام صاحب سے سماعت فرمائی ہے اور مجھے اس وقت ان ہی آیات کی روشنی میں آپ حضرات کے سامنے کچھ باتیں بھی عرض کرنی ہے، اسی لیے میں نے بھی بڑے اختصار کے طور پر ایک آیت تلاوت کی ہے۔ چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کے اندر اپنی عظیم کتاب کا تعارف بظاہر ایک بہت چھوٹے سے لفظ سے کرایا ہے۔

’’الٓمٓ‘‘ کی تفسیر:

’’الٓمٓ‘‘ کے بارے میں آپ حضرات جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص اس کا صحیح معنیٰ اور مراد جاننے والا نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لفظ کا اور اسی طرح دیگر حروف مقطعات کا معنیٰ بتلائے بغیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت تک پہونچانے کا حکم دیا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’وَاللہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ‘‘ کہہ کر امت کو یہ الفاظ پہونچا دیا۔

’’الٓمٓ‘‘ کے اسرار ورموز:

اب اس کے اسرار ورموز کیا ہیں؟ ان کے لطائف کیا ہیں؟ مفسرین نے تو بہت سی چیزیں بیان فرمائی ہیں؛ لیکن حقیقی معنیٰ تک کوئی بھی شخص رسائی نہیں کر سکا، چوں کہ حصول علم کے لیے ایک بہت بنیادی چیز انسان کے اندر طلب کا پیدا ہونا ہے؛ کیوں کہ جب انسان کے اندر طلب نہیں ہوگی تو اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا اور اسے کچھ بھی نہیں مل سکتا، چاہے اس کا نام ابوطالب ہو، اور چاہے فیض رساں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہو جب کہ ایسا ہدایت کا ذریعہ بننے والا دنیا میں نہ آیا ہے اور نہ آنے والا ہے، لیکن اگر ان کے اندر بھی طلب نہیں تو کچھ بھی نہیں، اس لیے انسان کے اندر طلب پیدا کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کی ابتدا میں ایسے الفاظ نازل فرمادیے جس سے انسان تلاش اور جستجو میں لگ جائے اور اوّل مرحلہ میں اسے اپنی جہالت کا اعتراف بھی ہو جائے کہ بھائی ہمیں کچھ بھی پتہ نہیں ہم تو محتاج ہیں، یہ حروف تو ہم بھی بولتے ہیں؛ لیکن اس کا معنیٰ کیا ہے وہ ہمیں نہیں معلوم!۔’’الٓـمٓ‘‘ کوئی ایسا لفظ نہیں کہ ان کو مقطعات میں شامل کر کے الگ کر دیا جائے اور اہل عرب اس کو اپنی زبان میں استعمال نہ کرتے ہوں بلکہ وہ لوگ اس کو ان

ہی زبان میں استعمال کرتے تھے؛لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے، ان کو اپنی جہالت کا اعتراف کرنا پڑا۔جس قدر اس انسان کے اندر اپنی جہالت کا اعتراف ہوگا، اس کے اندر اسی قدر علم کی طلب پیدا ہوگی، پھر اسی کے بقدر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب سے اس کی ہدایت نصیب فرمائیں گے۔نیز مفسرین نے ''الٓم'' کے رموز اور لطائف میں اور بھی باتیں لکھی ہیں؛لیکن اس کا موقع یہ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ لوگ اس کے متحمل بھی نہیں ہیں؛لیکن پھر بھی ایک اور بات سنا دیتا ہوں، چناں چہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ''الٓم'' کے الف سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے اور لام جو ہے وہ حضرت جبرئیل کے آخری حرف لام سے لیا گیا ہے اور میم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد ہے تو اللہ اور محمد سے پہلا حرف لیا گیا اور جبرئیل کا آخری حرف لیا گیا اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب الف (اللہ) سے میم (محمد رسول اللہ) کے طرف جارہی ہے اور لے جانے والے حضرت جبرئیل ہیں، اسی لیے اس کے آخر کا حرف لیا گیا؛ کیوں کہ وہ مقصود ہی نہیں!۔

جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ نہیں ہیں:

حضرت جبرئیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ ہیں نہ شیخ ، بلکہ جبرئیل تو آلۂ محض ہیں، جیسے اگر کوئی شخص لاؤڈ اسپیکر کو اپنا استاذ بتلائے تو آپ اس کی بات مانیں گے نہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص ٹیپ ریکارڈ سے کوئی بات سن رہا ہو تو وہ ٹیپ ریکارڈ اس کا استاذ نہیں ہوجاتا، لہٰذا جبرئیل امین سید الملائکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ نہیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ معراج جسمانی تھا:

اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ اب تو میں آگے نہیں جا سکتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تن تنہا بارگاہِ خاص میں تشریف لے جا کر اللہ ربّ العالمین سے مخاطبت کی اور اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل فرمایا۔ یہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو بعینہٖ، بذاتہٖ اور بجمیع اعضائہٖ اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچ گئے اور یہ ایک انسان کا کمال ہے کہ تمام آسمانوں کو روندتے ہوئے عرش پر پہنچ گیا؛ لیکن آج کا یہ انسان اپنے اندر چھپے ہوئے کمالات کو نکالنے کے لیے تیار نہیں، اس کو پہل کرنے کے لیے تیار نہیں اور اس کو بروئے کار لانے کے لیے تیار نہیں، اسی لئے تو آج سارے خزانے پوشیدہ ہیں، جیسے کسی کے گھر میں سونے، چاندی، ہیرے اور جواہرات چھپے ہوئے ہوں اور وہ باہر میں پھاوڑا لیے پھر رہا ہو، ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے اندر بے شمار خزانے رکھے ہیں؛ لیکن یہ انسان اس کو بروئے کار لانے کے لیے تیار نہیں اور مارا مارا پریشان پھر رہا ہے، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' (سورۂ زمر: ۳۶) یعنی میں نے تمہارے اندر پوری پوری کفایت رکھ دی ہے، اور میں نے تمہیں کسی کا محتاج بنا کر نہیں بھیجا لیکن افسوس کہ تم میرے خزانے کو استعمال کرنا نہیں چاہتے۔

''ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ'' کی تفسیر:

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ'' یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں اور یہ کتاب یہیں سے شروع ہو رہی ہے؛ لیکن

''ذَالِکَ'' (اسم اشارہ بعید) فرمادیا، معلوم ہوا کہ زمین سے باتیں نہ کرنا! کیوں کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے ہی اشارہ سے اپنی کتاب کا تعارف کراتے ہوئے ارشادفرمادیا، کہ یہ وہاں کی کتاب ہے، یہاں کی کتاب نہیں، یہاں کے پریس کی چھپی ہوئی نہیں ہے اور دنیا کے لوگوں کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے، یہ تو عرش کے اوپر سے تمہارے پاس آئی ہوئی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے شروع میں اسم اشارہ بعید لاکر، سامنے موجود اور حاضر کتاب کی عظمت کا تعارف کرادیا، کہ اس میں کسی بھی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں، آدمی ہمیشہ اُس بات میں شک کرتا ہے جو بات مساوی اور برابر سے کہی جائے، اسی لیے ''ذالک'' لاکر بتادیا کہ یہ کتاب یہاں کی نہیں ہے، اس لیے اس میں رائے زنی بھی نہ کرنا، اِس کے سوا کوئی اور راستہ مت اپنانا، ورنہ گمراہ ہوکر سیدھے جہنم میں پہنچ جاؤ گے، اس لیے فرمادیا کہ یہ کتاب وہاں کی ہے، اور جب وہاں کی ہے تو جھگڑا ختم، اور اب چپ ہوجاؤ! اور قیاس آرائیاں نہ کرو! کیوں کہ اگر قیاس آرائیاں کروگے تو اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھاسکوگے، اسی کو کہتے ہیں حاضر کو غائب پر قیاس کرنا، یعنی جو چیز موجود ہے اس موجود کو کسی غائب پر قیاس کروگے تو پھنس جاؤ گے اور قیاس کرنے کے لیے جو شرط ہے، اس شرط کے بھی خلاف ہوگا اور ایسے قیاس کو فقہا قیاس مع الفارق کہتے ہیں، جو بے کار اور باطل ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''ذَالِکَ'' اسم اشارہ بعید لاکر ایک چیز کا مسئلہ حل کردیا کہ یہاں کی ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو عرش کے اوپر سے آئی ہے، لہٰذا اب جھگڑا مت کرو! بلکہ اس کو مانو! اور اس کے سامنے جھکو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''ذَالِکَ الْکِتَابُ'' کے بعد ''لَا رَیْبَ فِیْہِ'' کہہ دیا، یعنی اس کتاب میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں، اگر آپ کے دماغ کا کچھ تار الجھ رہا ہے تو پہلے اس دماغ کا علاج کراؤ، یہ شک تمہارے دماغ میں ہے اس کتاب میں نہیں۔ '' ذَالِکَ

الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ اَیْ لَا شَکَّ فِی ھٰذَا الْکِتَابِ ''اور اگر پھر بھی تم کو شک لگ رہا ہے تو فرمایا ''وَالشَّکُّ فِیْکَ'' کہ شک تو تمہارے اندر ہے، اس لیے اپنے دماغ کا علاج کراؤ، اپنے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کا علاج کراؤ۔ اور اس کے لیے ضرورت پڑتی ہے کسی اہل دل کے پاس رہنے کی، تب جا کر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت صحیح استعمال ہوگی۔

ہدایت کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ بھی ضروری ہیں:

میرے بھائی! اگر کتابوں کی دنیا میں رہ گئے تو یہ کتابیں گمراہ کر دیں گی، اگر ہدایت کے لیے یہ کتابیں کافی ہوتیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب سے بڑی کوئی کتاب نہیں تھی اور اس سے پہلے بھی آسمانی کتابوں سے بڑی کوئی کتاب نہیں تھی؛ لیکن ہدایت الٰہی کا نظام دیکھیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی بھی کتاب ایسی نازل نہیں فرمائی جو کسی نبی کے بغیر ہو، اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی چیزیں بھیجی جن کو اللہ کا کرشمہ سمجھا جاتا تھا؛ لیکن ہدایت کے لیے کوئی ایسی کتاب نازل نہیں فرمائی جو کسی نبی کے بغیر ہو، دنیا میں بہت سی چیزیں موجود ہیں جن کو لوگ دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرشمہ ہے، دوسرا کوئی بھی نہیں کر سکتا، لیکن اللہ نے ہدایت کی جتنی بھی کتابیں بھیجی ان سب کے ساتھ انبیا آئے، معلوم ہوا کہ ہدایت کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ بھی ضروری ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی تعداد:

آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ حضرات انبیا علیہم السلام تو بہت آئے، چناں چہ سوا لاکھ انبیا علیہم السلام آئے؛ لیکن کتابیں بہت کم آئیں، اَصح قول کے مطابق ایک سو چار کتابیں نازل ہوئی ہیں، جن میں سو صحیفے اور تین بڑی کتابیں تورات، زبور اور انجیل ہیں اور

چوتھی کتاب جامع الکتب والصحف قرآن کریم ہے، قرآن کریم تمام کتابوں کا جامع ہے، تو گویا کہ ایک سو چار کتابوں کی تبلیغ کے لیے سوا لاکھ انبیا علیہم السلام آئے۔

دین حاصل کرنے کا اصلی طریقہ:

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رجال سے براہ راست ہدایت تو پہنچ سکتی ہے، لیکن کتاب سے براہ راست ہدایت نہیں پہنچ سکتی؛ اس لیے جو لوگ کتابوں کے اوراق چاٹنے کے عادی ہوگئے وہ بھٹک گئے، ہمارے ہندوستان میں تو اس کی مثالیں موجود ہیں؛ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا'' (سورۂ بقرہ:۲۶) یعنی صرف کتاب میں غور وفکر نے بہت سے لوگوں کو ضلالت وگمراہی میں ڈال دیا، اور بہت سے لوگوں کے لیے یہی کتاب ہدایت کا ذریعہ بن گئی، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب اللہ کو سمجھنے کا جو نظام اور دستور بنایا ہے کہ کتاب اللہ کو رجال اللہ سے پڑھو اور سیکھو، اس پر مسلمانوں کو عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے؛ کیوں کہ دین حاصل کرنے کا اصلی طریقہ وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کو دے کر گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو دین کیسے دیا؟ ان کو دین کیسے ملا؟ میرے بھائی! یہ دین حضرات صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور صحبت سے ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب سن کر حاصل ہوا، لہٰذا آج بھی اگر کوئی شخص اسی صحبت سے دین سیکھتا ہے تو وہ کبھی بھٹک نہیں سکتا، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا اور اس کو کوئی بھی شخص دھوکہ نہیں دے سکتا اور اگر صحبت رجال سے دین نہیں سیکھا، بلکہ صرف کتاب سے دین سیکھا ہے تو اس کو جو بھی چاہے بھٹکا سکتا ہے، گمراہ کرسکتا ہے کہ صاحب اس کتاب میں تو یہ لکھا ہے، فلاں کتاب میں تو وہ لکھا ہے، بس وہ چلا گیا اور اس کا کام ہوگیا، اللہ تبارک وتعالیٰ

ہم سب کو اپنا یہ دین کسی شیخ کامل اور رجل کامل کی صحبت میں رہ کر سیکھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

’’هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ‘‘ کی تفسیر:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ’’ذَالِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ‘‘ (سورۃ بقرہ:۲) یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کے اندر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں؛ لیکن اگر آپ کو پھر بھی شک وشبہ ہو رہا ہے اور پھر بھی اس سے استفادہ سے کوئی چیز مانع ہے، تو پہلے تم اپنا علاج کراؤ! کیوں کہ تمہارے دماغ میں شک ہے، تمہاری عقل میں شک ہے، یہ سب فتور تمہارے اندر ہے، اس کتاب میں تو کوئی شک نہیں۔ اور جب اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے تو اس کتاب کی افادیت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ’’هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ‘‘ کہ یہ کتاب تو اہل تقویٰ کے لیے سرتاپا ہدایت کا منبع اور سرچشمہ ہے، اس کتاب سے جو بھی جڑتا ہے وہ متقی ہو کر رہتا ہے، اس کتاب سے جس کا بھی تعلق جڑتا ہے اس کے اندر تقویٰ پیدا ہو ہی جاتا ہے؛ لیکن اگر تمہارے اندر اس کتاب سے تقویٰ پیدا نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے کتاب اللہ سے صحیح رابطہ پیدا نہیں کیا، کتاب اللہ سے استفادہ کا صحیح طریقہ نہیں اپنایا ورنہ اس کتاب اللہ سے جڑنے والے کو تقویٰ دینے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی، یہ کتاب تو انسانوں کو متقی بنانے کے لیے آئی ہے، اس کتاب اللہ سے اگر کوئی غیر متقی بن رہا ہے تو اس کو سوچنا چاہیے کہ اس نے کتاب اللہ سے فائدہ حاصل نہیں کیا اس کے اندر کہیں نہ کہیں خلل ہے، کہیں نہ کہیں سے عمل میں کوتاہی پیدا ہوئی ہے اور کہیں نہ کہیں رابطہ میں کمی آئی ہے؛ ورنہ جس پاور ہاؤس سے ساری دنیا روشن ہو رہی ہے اور اسی میں تمہارا بھی تار لگا ہوا ہے، پھر بھی تمہارے اندر ہدایت منتقل نہیں ہو رہی ہے اور پھر بھی تم کو تقویٰ نصیب نہیں ہوا، تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ تم کو اپنا تار چیک کرانے کی ضرورت ہے، تمہارا تار ہی تو شاٹ نہیں، اور اس تار کا تعلق ہی صحیح نہیں جڑا ہوا ہے؟ اگر صحیح تعلق جڑا ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ اعلان ’’ھدی للمتقین ‘‘ جو قیامت تک کے لیے ہے تمہارے لیے کارگر کیوں نہیں ہوا، اور تقویٰ تمہیں کیوں نہیں ملا، لہٰذا تم اپنے تار کا جائزہ لو! اور چیکنگ کراؤ! اپنے دماغ کا ٹیسٹ کراؤ! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اندر ہی کوئی ایسی خرابی موجود ہو جو کتاب اللہ سے استفادے کے لیے مانع ہو۔

کتاب اللہ کی برکتیں اور اس سے ہماری دوریاں:

اس کتاب اللہ کو دیکھتے ہی عمر اسلام لے آئے، اس کتاب اللہ سے قریب ہوتے ہی ابوبکر صدیق اکبر بن گئے اور اس کتاب کو دل سے لگاتے ہی عثمان وعلی کامل الحیاء والوقار اور اسد اللہ الجبار بن گئے اور اس کتاب اللہ نے تو صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت اور بہت بڑا گروہ تیار کر دیا؛ لیکن کیا وجہ ہے کہ اس کے بعد والے اور آج کے لوگ اس جیسے تیار نہیں ہو رہے ہیں، کتاب اللہ وہی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات وہی ہیں اور اس کتاب کی تاثیر وہی ہے؛ لیکن وجہ کیا ہے کہ ہماری زندگی میں کتاب اللہ کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے، لہٰذا ایسے موقع پر کہا جائے گا کہ تمہاری زمین میں کمی ہے؛ کیوں کہ جس کی پاکیزگی میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور وہ سیپ میں جا کر موتی پیدا کرتا ہے؛ لیکن تمہاری زمین پر گر کر وہ ضائع ہو رہا ہے تو سمجھو کہ تمہاری زمین بے کار ہے، لہٰذا پہلے اپنی زمین کو درست کرنے کی فکر پیدا کرو اس کے بعد استفادے کی فکر کرنا۔

کتاب اللہ کی برکت کا اثر:

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ’’ھدی للمتقین ‘‘ کہ یہ کتاب تو متقی ہی پیدا کرتی ہے، لہٰذا آپ حضرات صحابہ کی شان دیکھیے ! چناں چہ ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہو کر

کہنے لگا''طَهِّـرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ ''یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے پاک فرما دیجیے! یہ کتاب اللہ کی برکت کا اثر تھا، جس نے بے ساختہ یہ جملہ کہنے پر مجبور کر دیا، اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''لَعَلَّکَ قَبَّلْتَهَا ''یعنی شاید کہ تم نے اس عورت کو بوسہ لیا ہوگا، تو اس مردِ مؤمن نے دوبارہ کہا''طَهِّـرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللهِ'' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کر دیجیے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم نے مِساس وتقبیل کرلیا ہوگا، پھر اس رجل صالح اور صحابی رسول نے سہ بارہ کہا''طَهِّـرْنِـیْ یَـا رَسُوْلَ اللهِ'' کہ آپ مجھے پاک کر ہی دیجیے!۔

نیز ایک دوسری حدیث میں ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چوری کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، جس میں وہ خود دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر ارشاد فرماتے ہیں''طَهِّـرْنِـیْ یَـا رَسُوْلَ اللهِ '' کہ میں نے فلاں قبیلے کے ایک شخص کا اونٹ چوری کیا ہے، لہٰذا میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے پاک فرما دیجیے۔ راوی حدیث حضرت ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ میں وہ منظر بھی دیکھ رہا تھا اور ہاتھ کٹنے کے بعد انہوں نے یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا تھا''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ طَهَّرَنِیْ مِنْکِ اَرَدْتِ اَنْ تُدْخِلِیْ جَسَدِیَ النَّارَ ''یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے مجھے اے ہاتھ تجھ سے پاک کر دیا اور تم تو میرے جسم کو جہنم میں ڈلوانا چاہتا تھا:

(عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ أَبِیْهِ أَنَّ عَمْرَوبْنَ سَمُرَةَ بْنِ حَبِیْبِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ جَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنِّیْ سَرَقْتُ جَمَلًا لِبَنِي فُلَانٍ فَطَهِّرْنِیْ، فَأَرْسَلَ إِلَیْهِمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا إِنَّا افْتَقَدْنَا جَمَلًا لَنَا فَأَمَرَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُطِعَتْ یَدُهُ. قَالَ ثَعْلَبَةُ :أَنَا أَنْظُرُ إِلَیْهِ حِیْنَ وَقَعَتْ یَدُهُ وَهُوَیَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

طَهِّرْنِیْ مِنْکِ ، أَرَدْتِ اَنْ تُدْخِلِیْ جَسَدِی النَّارَ'' (سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود: ۲۵۸۸)

میرے دوستو! ان دونوں حدیثوں سے کتاب اللہ کی برکت کا اثر تو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ایک شخص نے اپنے پورے جسم اور جان کو قربان کردینا گوارہ کرلیا اور دوسرے نے اپنے ہاتھ کو کٹوانا گوارہ کرلیا؛ لیکن جہنم میں جانا گوارہ نہیں کیا۔

قرآن کریم اللہ کا شاہد ہے:

میرے دوستو! اگر آپ اس کتاب کو اللہ کی کتاب کہتے ہو اور اگر اس کتاب کو عالم الغیب والشہادہ کی کتاب سمجھتے ہو، تو یاد رکھو! کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، جو ہمارے درمیان اللہ رب العزت کا شاہد بن کر موجود ہے اور شاہد اس مخصوص جماعت اور ٹیم کو کہتے ہیں جس کو عدالت اپنا خصوصی نمائندہ بنا کر کسی موقع کا مشاہدہ کرنے کے لیے بھیجتی ہے اور عدالت جو فیصلہ کرتی ہے، وہ شاہد کی باتوں ہی پر فیصلہ کرتی ہے، تو یہ قرآن بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے شاہد ہے، چناں چہ آپ کا تعلق قرآن کریم سے کیسا ہے؟ لفظ کا تعلق ہے، یا معنی کا تعلق ہے، یا صرف عقیدہ کا تعلق ہے، الغرض آپ کا اس قرآن کریم سے جیسا بھی تعلق ہوگا، اس کو یہ قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کردے گا۔

مسلمانوں کا قرآن کریم کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں؟

لیکن آج افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس بے شمار ڈگریاں ہیں؛ لیکن اس کے پاس ڈگری نہیں تو قرآن کریم کی ڈگری نہیں، اگر اس کو کوئی چیز معلوم نہیں تو وہ قرآن صحیح پڑھنا معلوم نہیں، ویسے بھی صرف لفظ کا تعلق ہی کہاں کافی ہوتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا قرآن کریم سے لفظ کا بھی تعلق صحیح نہیں، پھر آگے کے جو مراحل ہیں وہ بھی کمزور، اس کے

معانی کا تعلق کمزور، اس کے اخلاق کا تعلق کمزور اور اس کے جو اصول ہیں وہ ہماری زندگیوں میں باقی نہیں رہے، کتاب اللہ سے ہم ہٹتے گئے اور کٹتے گئے، کسی کی زندگی سے ایک حصہ چھوٹا تو دوسرے کی زندگی سے دوسرا حصہ چھوٹا اور یہود کی جو صفت تھی وہ دھیرے دھیرے اس امت میں منتقل ہوتی گئی، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہودیوں کی وہ صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ''اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ'' (سورۂ بقرہ: ۸۵) یعنی جو احکام اور اعمال ان کے مزاج کے مطابق رہتے، ان کو تو وہ لوگ مانتے اور جو مزاج کے خلاف رہتے ان کو نہیں مانتے، اس طرح مسلمانوں کا تعلق اس کتاب سے گھٹتا چلا گیا، چناں چہ آج اس کے الفاظ کا بھی تعلق باقی نہ رہا، اس کے معانی کا بھی تعلق باقی نہ رہا آج اس کتاب اللہ سے کس قدر بعد اور ہماری دوری بڑھ گئی ہے!!؟

میرے بھائی! کیا یہ کتاب صرف عرب کے لیے آئی تھی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ''اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ'' (سورۂ تکویر: ۲۸) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یہ قرآن تو سارے عالم کے لیے باعث عبرت ہے، ساری دنیا ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے اس آخری انسان کے لیے بھی ہدایت نامہ ہے، اگر پھر بھی اس ہدایت نامہ سے استفادہ نہیں کر رہے ہو تو تمہاری کمی ہے، میری اس کتاب کی کوئی کمی نہیں! کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کو جس حفاظت کے ساتھ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو دی تھی وہی کتاب آپ کے گاؤں میں موجود ہے، آپ کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں موجود ہے، اور آپ کے شہروں اور آپ کے محلوں میں بعینہٖ موجود ہے، اور جو کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عشرہ مبشرہ کو دیا تھا اور جس کتاب نے انھیں جنت کا اسی دنیا میں مستحقِ بشارت بنایا تھا وہی کتاب آج مسلمانوں کے گھر گھر میں موجود ہے؛ لیکن آج ان کے

حالات ٹس سے مس نہیں ہو رہے ہیں، کیوں بھائی! اس کی وجہ یہی ہے نا کہ آج کتاب اللہ تو موجود ہے؛ لیکن ہم اس کے ساتھ تعلق استوار کرنے میں پیچھے رہ گئے: اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو اس کتاب سے ہر طرح کا تعلق عقائد، اعمال، افعال، اقوال اور اخلاق استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

کتاب وسنت سے دوری گمراہی ہے:

اسی لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں بہت بڑی امت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں، مجھے اس امت کا غم ہے؛ لیکن یاد رکھو میں نے تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ دی ہیں، جب تک تم اس کو پکڑے رہو گے، اس وقت تک تمہاری گمراہی کا کوئی تصور نہیں، تمہارا دشمن تمہیں لاکھ پھسلانا چاہے گا، راستہ سے ہٹانا چاہے گا، وہ تھک کر مر تو سکتا ہے؛ لیکن گمراہی میں نہیں ڈال سکتا؛ کیوں کہ میں نے بھاری بھرکم اور مضبوط دو چیزیں دے دی ہیں:

ایک تو کتاب اللہ دوسری سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے، تمہیں کوئی صراط مستقیم سے ہٹا نہیں سکتا اور راہ راست سے بھٹکا نہیں سکتا اور آج کے مسلمانوں پر جو طرح طرح کی بلائیں اور مصیبتیں آرہی ہیں، یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کشی اختیار کرنے ہی کی وجہ سے آرہی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فرشتوں کی نظر میں کلامِ الٰہی کی عظمت:

بہر حال بات بہت لمبی ہوگئی؛ لیکن میں نے آپ لوگوں کو سمجھا دیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تختی نمبر ایک ہی میں بتا دیا کہ ''ذالک الکتاب''، یعنی یہ کتاب یہاں کی نہیں

ہے، اس کو یہاں کا اخبار مت سمجھنا کہ فلاں صاحب نے یہ لکھا ہے اور فلاں نے یہ لکھا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے، اللہ ربّ العزت نے فرمادیا کہ بحث کرنے کے چکر میں مت رہو یہ تو احکم الحاکمین کا کلام ہے، جب یہ کلام صادر ہوتا ہے تو فرشتے غش کھا کر گر جاتے ہیں، اس کلام کی عظمت تمہیں معلوم نہیں، جبرئیل امین کو ہوش آتا ہے تو پوچھتے ہیں ''مَاذَا قَالَ رَبُّنَا'' یعنی ہمارے رب نے کیا حکم فرمایا ہے، اس لیے کہ یہ رب کا کلام ہے جس کے ایک کلمہ ''کُنْ'' سے اگر یہ دنیا بن سکتی ہے تو اس کے ایک کلمہ ''کُنْ'' سے یہ دنیا ویران اور تباہ و برباد بھی ہوسکتی ہے، اس کے ایک حکم سے تمام فرشتے جلا کر خاک کیے جاسکتے ہیں اور اس کے ایک حکم سے جنت میں آگ لگ سکتی ہے ''فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ'' مالک کا حکم آرہا ہے، اس لیے یہ فرشتے کانپ جاتے ہیں، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کلام کا ارادہ فرماتے ہیں اور کلام کے لیے متوجہ ہوتے ہیں تو فرشتے غش کھا کر گر جاتے ہیں، نہ جانے کیا حکم ہوجائے!

صحابہ کا قرآن سے تعلق:

علماء کرام نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے واقعات میں لکھا ہے کہ کئی صحابہ ایسے تھے کہ جب وہ قرآن پاک اپنے ہاتھوں میں لیتے تو بے ہوش ہوجاتے اور یہ کہتے کہ ''ھٰذَا کَلَامُ رَبِّنَا، ھٰذَا کَلَامُ رَبِّنَا'' یعنی یہ تو ہمارے رب کا کلام ہے۔

لیکن آج کا یہ مسلمان قرآن کریم کو مخمل کے کپڑے میں لپیٹ کر اور سرہانے رکھ کر سوجاتے ہیں، اور جب شب براءت آئے گی تو کھولیں گے یا صرف یٰسین شریف پڑھنے کے لیے کھولیں گے اور اب تو یٰسین شریف پڑھنے کے لیے بھی نہیں کھولتے بلکہ مؤذن صاحب اور امام صاحب کو بلوا کر پڑھواتے ہیں کہ والد صاحب یا والدہ صاحبہ انتقال کرگئے ہیں، چلو یٰسین شریف پڑھ دو، مسلمانوں کے ان ہی حالات کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ

اقبال مرحوم کہتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوے تارکِ قرآں ہوکر

متقی بننا مسلمانوں کا ایک اختیاری عمل ہے:

قرآن سے تعلق کا کمزور ہونا ہمارا اختیاری عمل ہے، کہیں آپ یہ سوچیں کہ ہم نے تو امریکہ کے ڈر سے قرآن کو چھوڑا ہے اور ہم تو رسیا (روس) کو اللہ میاں کے سامنے پیش کریں گے کہ کیا بتاؤں! یہ رسیا ہر دم ایٹم بم لیے حملہ کرنے کے لیے تیار تھا، اس لیے ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ سب تمہاری شرارت ہے؛ کیوں کہ ہم نے تمہیں متقی بننے میں کسی کا محتاج نہیں بنایا تھا، ایک ووٹ بھی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، ایسا بھی نہیں تھا کہ بیوی ساتھ دیتی تو متقی بنتے، میں نے یہ جو کتاب متقی بنانے والی دیا تھا اس کتاب میں سراپا تمہیں تقویٰ ہی تقویٰ سکھایا گیا تھا اور تم تو اس کے احکامات سے متقی ولی اور میرے قریب تر بن کے آسکتے تھے؛ لیکن اس کتاب کو تم نے ہاتھ نہیں لگایا، چھوا بھی نہیں، اس کے حکموں کو نظر انداز کرتے رہے، اسی لیے کتاب اللہ کا نفع تم کو نہیں ملا اور تم تو اپنے کرتوت اور اپنے نفس کی شرارت کی وجہ سے جہنم میں جا رہے ہو، تمہارا کوئی دشمن ایسا نہیں جو تم کو جہنم میں دھکیل سکتا تھا، تم تو خود اپنی ذات کا دشمن ہو، یہ انسان تو زیادہ تر اپنے اعمال اور اپنے نفس کے کرتوت سے جہنم میں جائے گا، کسی اور دوسری وجہ سے نہیں جائے گا؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی کو اتنا حق دیا ہی نہیں کہ وہ تمہارا ایمان چھین لے، تمہارے اعمال صالحہ کو چھین سکے، تمہیں گناہ کرنے پر کوئی مجبور کر سکے؛ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائے اور قرآن کریم سے اپنا تعلق استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آخرت کی تیاری:

اگر ابھی سے اور آج سے بیداری نصیب ہو جائے تو وہ بھی بہت عظیم نعمت ہے، اس لیے کہ یہ دنیا بہت تیزی سے گزر رہی ہے، صبح وشام اندھیرا اور اجالا ہوتے ہوئے ایک وقت اندھیرا ہی اندھیرا ہو جائے گا اور سب کہانی ختم ہو جائے گی۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

آج یہ انسان سوچتا ہے کہ ابھی تو ہم بڑھ رہے ہیں، اے میرے بھائی! تم بڑھ نہیں رہے ہو بلکہ گھٹ رہے ہو!۔

جیسا کہ کسی کی زندگی سے خطرات نکلتے ہوں تو وہ اس کے وجود کو ختم کرتے جاتے ہیں، ایسا ہی ہمارے وجود سے یہ دن اور رات نکل نکل کر ہمارے وجود کو گھٹا رہے ہیں اور کم کر رہے ہیں، ان باتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بہ دم

یومِ محشر میں انسان کی کس مپرسی:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس دنیا میں اپنی آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمادے؛ کیوں کہ جب آخرت آئے گی تو کچھ بھی کام نہیں آئے گا، نہ رونا اور چلانا کام آئے گا، نہ مال کام آئے گا، نہ بیوی کام آئے گی، نہ بچے کام آئیں گے اور نہ وہاں انسان کی چالاکی کام آئے گی۔ چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''یَــــوْمَ

لَا یَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ'' (الشعراء:۸۸) یعنی نہ مال کام آئے گا، نہ بنون کام آئیں گے اور نہ تمہارا یہ جنون کام آئے گا، اور کامیابی تو اس شخص کی ہوگی جو قلب سلیم کو لے کر آئے گا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

خودی کو میں فنا کردوں مٹادوں بے نشاں کردو
جو میں سجدہ میں سر رکھ دوں زمیں کو آسماں کردوں

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو شریعت وسنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین.

درود شریف کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ أَن لَّا اِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (الأحزاب: ٥٦) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ.

وَجَاءَ فِی الْحَدِیْثِ الشَّرِیْفِ: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ. اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ. أَشْھَدُ أَن لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. (بخاری شریف:۱۲۰۲)

حضرات علماء کرام، معزز سامعین اور نوجوانانِ اسلام! میں نے جمعہ کی مناسبت سے ایک آیت اور اسی آیت سے متعلق ایک روایت جو "التحیات" کے بارے میں وارد ہوئی ہے، آپ حضرات کو پڑھ کر سنائی ہے، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع عطا فرمائے۔ (آمین)

درود شریف کا حکم اور اس کے درجات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو یوں تو بہت سارے احکامات عطا فرمائے

ہیں؛ لیکن اس آیت کریمہ میں اللہ نے حکم دینے کا انداز کچھ بدل دیا اور ارشاد فرمایا کہ پہلے میرا عمل سنو، پھر میرے ملائکہ کا طریقۂ عمل سنو۔ اس کے بعد میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجو اور سلام کہو۔ چناں چہ علماء نے اسی آیت کی روشنی میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری زندگی میں ایک مرتبہ درود وسلام بھیجنا فرض ہے اور جس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی پہلی بار آئے تو اس وقت درود پڑھنا واجب اور پھر بار بار نام آئے تو مستحب ہے۔

”اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ“:

ویسے تو بادشاہ کا کوئی بھی عمل ان کی رعایا کے لیے داعی ہوتا ہے، اگر بادشاہ کوئی کام کرتا ہے تو اس کے ماتحت لوگ اس کام کو کرنے لگتے ہیں، پھر لباس بھی وہی ہوتا ہے اور اس کی خاص شناخت بھی آہستہ آہستہ عام ہونے لگتی ہے۔ چناں چہ آج آپ غور کریں اور دیکھیں تو آپ کو ہر ملک کے بادشاہوں کی وضع قطع اس کے ملک میں رائج ہوتی دکھائی دے گی۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے بھی ہیں کہ ”اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِم“ یعنی لوگ تو اپنے بادشاہوں کے طریقے کو اپناتے ہیں۔

اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ عربستان کے تمام لوگ جبہ شملہ کے ساتھ پہنتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہاں کے بادشاہوں کا لباس ہے، اسی لیے وہاں کے عوام الناس بھی وہی لباس پہنتے ہیں، اور یہاں کے لوگ بھی کوشش کرتے ہیں کہ یہاں کے حکمرانوں کی مشابہت اختیار کریں۔ بہر حال بادشاہوں کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے اعمال کو اپنانے کی ہر انسان کے اندر ایک خواہش اور ایک داعیہ رہتا ہے۔

''إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ الخ '' کی تشریح:

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی جو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، اپنے عمل کو بیان فرما کر لوگوں کو اس کا حکم دے دیا۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت اور سلامتی نازل فرماتے ہیں، تو فرشتے جو ان کے کارکنانِ قضاء وقدر ہیں سارا تکوینی نظام وہی سنبھالے ہوئے ہیں اور بادشاہ کا کام دیکھ کر عملہ خود بخود کرنے لگتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ رحمت کا خزانہ تو میرے پاس ہے میں جو چاہوں دے دوں؛ لیکن جب میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت وسلامتی بھیجتا ہوں تو فرشتے بھی دعاءِ رحمت میں لگ جاتے ہیں اور دعا کرنے لگتے ہیں کہ اے اللہ آپ اپنے محبوب پر اور رحمت برسایئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مکمل فائدہ اور نفع مسلمانوں کو ملا ہے، ان کا سارا کا سارا کریڈیٹ مسلمانوں کے حق میں جاتا ہے، فرشتوں کو ان کی بعثت کا نفع تو ملا نہیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا '' (سورۂ احزاب:۵۶) یعنی اے ایمان لانے والو اور اے میرے چاہنے والو! میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمہیں بھی درود بھیجنا چاہیے اور سلام بھیجنا چاہیے، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، رحمت کی دعائیں کرو اور ان پر سلامتی نازل کرنے کی دعائیں کرو۔

صلوٰۃ وسلام کا حکم دینے کا راز:

اب مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جتنی رحمت دینا چاہیں گے دیں گے، نیز مقام محمود اللہ تبارک وتعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے، اسی طرح لواءِ حمد بھی اللہ ہی

عطا فرمائیں گے اور ان کو نبیوں کا نبی اور رسولوں کا امام خود اللہ ہی نے بنایا ہے، تو پھر اپنے بندوں کو ''صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا'' کے ذریعے صلوٰۃ وسلام کا حکم کیوں دے رہے ہیں؟ تو اس کا اصلی جواب یہی ہے کہ چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ شہنشاہ حقیقی ہیں اور بادشاہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اس کام کی سفارش بھی دیکھنا چاہتا ہے، اس کے بارے میں سفارشیں سننا بھی چاہتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا ہے، اس لیے سارے انسانوں اور سارے مسلمانوں سے اپنے محبوب کے لیے درخواست دیکھنا اور سننا چاہتا ہے، لہٰذا اب پوری دنیا کے مسلمان درخواست کرتے ہیں اور مثلاً کہتے ہیں ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ'' لہٰذا جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے تو اس میں اللہ ہی سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ میرے نبی پر درود وسلام نازل فرما۔

ایک علمی اشکال:

اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں سے فرماتے ہیں ''صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا'' یعنی میرے نبی پر تم صلوٰۃ وسلام پیش کرو۔ اور جب یہ مسلمان صلوٰۃ وسلام پیش کرتا ہے تو دو صیغوں کو استعمال کرتے ہوے پیش کرتا ہے ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا'' (صیغۂ امر کے ساتھ) یا پھر ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'' (صیغۂ ماضی کے ساتھ) اور یہ درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ آپ رحمت نازل فرمایئے، اب اشکال یہاں یہ ہو رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میرے نبی پر درود وسلام پڑھو اور یہ مسلمان اللہ سے کہتا ہے آپ رحمت نازل فرمایئے، بظاہر حکم الٰہی کی خلاف ورزی معلوم ہو رہی ہے۔

جواب:

اس کا جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے، چناں چہ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ جب اللہ نے ''صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' فرمایا، تو مسلمان سوچتا ہے کہ میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، میں آپ کے نبی کو کیا تحفہ دے سکتا ہوں، میں آپ کے محبوب کو کیا دے سکتا ہوں، کسی بڑے آدمی کو کوئی چیز پیش کی جاتی ہے تو اس کا خیال کر کے پیش کی جاتی ہے، اس لیے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ مسلمان گویا اپنی تحقیر کا اعتراف کرتا ہے اور اپنے تہی دامنی کی اعتراف کرتا ہے، کہ میرے مولیٰ میرے پاس تو تیرے محبوب کو دینے کے لیے کچھ ہے بھی نہیں، اب میں کیا چیز دوں؟ لہٰذا اب میں درخواست کرتا ہوں کہ میں تو تہی دامن ہوں، اس لیے آپ ہی اپنے خزانہ سے ایسی رحمت نازل فرما دیجیے! جو آپ کے محبوب کی شایان شان ہو، ہمارے پاس تو آپ کے محبوب کو دینے کے لیے نہ کوئی رحمت، نہ کوئی سلامتی، نہ کوئی تحفہ اور نہ کوئی گفٹ ہے جو آپ کے محبوب کو پیش کریں، اس لیے اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوے اللہ تبارک وتعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ آپ ہی اپنے خزانے سے اپنے محبوب کی شایانِ شان درود وسلام پیش کر دیں، میں تو اس سے تہی دامن ہوں۔

ایک درود پر دس رحمتیں:

اور جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے درخواست کرتا ہے تو چوں کہ اللہ کا خزانہ بہتا رہتا ہے، اسی لیے ایک حدیث شریف میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے میرے اوپر ایک درود اور ایک سلام بھیج کر اللہ ربّ العزت سے درخواست کی تو اللہ

تبارک وتعالیٰ اس کو دس رحمتیں اور دس سلامتی عطا فرماتے ہیں، گویا کمیشن میں دس رحمتیں ملتی ہیں، کیوں کہ اس نے تو ایک ہی صلوٰۃ وسلام کی درخواست کی تھی؛ لیکن اللہ ربّ العالمین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مسلمانوں کے ہر عمل کو دس گنا کے ساتھ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه' عَشْرُ أَمْثَالِهَا '' (الانعام:۱۶۰) تو مسلمانوں کی ایک درخواست اور ایک عرضی دس رحمتیں کھینچ کرلاتی ہے، اب اگر جس کی رحمت کا ایک ذرہ مغفرت اور نجات کے لیے کافی ہو اس کی رحمت کا دس حصہ کسی کو مل جائے، دس رحمتیں کسی کو مل جائے اور دس سلامتی مل جائے تو پھر کیا کہنا ''مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا'' (مسلم شریف:۴۰۸)

درودِ پاک کو افضلِ ذکر میں شمار کرنے کی وجہ:

میرے بھائی! اسی لیے درود پاک کو افضل اذکار میں شمار کیا گیا ہے اور اس کی تاویل یہی کی گئی ہے کہ ہر درود پاک اللہ اور رسول اللہ کے نام سے مرکب ہوتا ہے، کوئی بھی درود ایسا نہیں ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مرکب نہ ہو، خواہ نام صاف لفظوں میں ذکر کیا جائے یا ضمیر لوٹائی جائے۔ بہرصورت اللہ اور رسول اللہ کا نام آتا ہے، اسی لیے یہ افضل ذکر بن جاتا ہے، نیز اسی لیے درود کی قبولیت کے لیے کوئی سفارش کرانے کی ضرورت نہیں، وہ تو خود بخود مقبول ہے؛ کیوں کہ ایک طرف تو بڑے مالک کا نام ہے تو دوسری طرف بڑے محبوب کا نام ہے، لہٰذا ان دونوں کے نام کی وجہ سے وہ درود مسترد نہیں ہوسکتا۔

گناہوں کی معافی اور رفعِ درجات کا ذریعہ:

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ غمگین بیٹھے تھے، اسی درمیان جبرئیل

علیہ السلام حاضر ہوے اور کہنے لگے کہ ’’رَبُّکَ یُسَلِّمُ عَلَیْکَ ‘‘یعنی آپ کا رب آپ پر سلامتی نازل کرنے کے بعد پوچھ رہے ہیں، جب کہ وہ آپ کے دل کی بات بھی جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز نے غمگین کر رکھا ہے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میری امت کا غم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی کہ کیا آپ اس بات سے راضی اور اس بات سے خوش ہیں کہ آپ کی امت ایک بار درود پڑھے تو اس کو دس رحمتیں دی جائیں، دس سلامتی عطا کی جائے، اس کے دس گناہ معاف کر دئے جائیں اور اس کے دس درجات بلند کر دئے جائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کر خوش ہو گئے ’’مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ صَلاۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْہُ بِھَا عَشْرَ سَیِّئَاتٍ، وَرَفَعَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ‘‘ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۶،الرقم: ۶۲)

درود وسلام آخرت کی کمائی کا ذریعہ ہے:

آپ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے خوشی ہوئی کہ چلو سلام کرنے والے بڑھ گئے۔ میرے بھائی! ایسا نہیں؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لیے تو مقام محمود کا وعدہ خود ہی کر رکھا ہے، وہ اس لیے خوش ہو رہے ہیں کہ میری امت کو کمائی کا ایک بزنس مل گیا اور کمائی کا ایک کاروبار مل گیا، کیوں کہ میری امت کو مجھ سے محبت تو ہے ہی؛ لہٰذا مجھ پر درود پڑھے بغیر اور میرے نام پر صلاۃ وسلام پڑھے بغیر اس کو چین نہیں آ سکتا اور جب محبت کی وجہ سے میری امت میرا نام لے گی اور مجھ پر صلاۃ وسلام بھیجے گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ان کو اپنی سلامتی، اپنی رحمت، اپنی طرف سے رفع درجات اور کفارۂ سیأت سے نوازیں گے، جو میری امت کے لیے ایک بہت بڑا کاروبار اور بزنس کا ذریعہ

ہوگیا اوراس سے آخرت کی کمائی کا دروازہ کھل گیا۔ اگر کوئی بہت ہی بخیل ہو پھر بھی ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ'' تو ضرور ہی کہے گا، ورنہ ہزار بار پڑھنے والے بے شمار نیازمند موجود ہیں، چناں چہ آپ مدارس اسلامیہ کے دورۂ حدیث شریف کی درس گاہوں کا معاینہ کرلیں اس سے آپ کو اپنے نبی پر کثرت سے درودوسلام پڑھنے والے بے شمار نیازمند کا اندازہ بخوبی ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بکثرت درودوسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

کثرتِ درود کا انعام:

مسلمانوں کو بکثرت درودوسلام پڑھنا چاہیے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا سبب کثرت سے درودوسلام پڑھنا ہے۔ چناں چہ ایک حدیث میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سب سے زیادہ درود پڑھنے والے میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔

میرے بھائی! آپ اندازہ لگائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے لیے زبانی جمع خرچ ہی تو ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، اگر آپ نے چھوٹا سا درود (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ دیا تو آپ کا کیا خرچ ہوا کچھ بھی نہیں؛ لیکن اس سے قرب رسول مل رہا ہے اور ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کا نام آپ کے والد کا نام بلکہ پورے ایڈریس کے ساتھ پہنچ جاتا ہے:

''اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلَاۃِ عَلَیَّ فِيْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ؛ فَإِنَّ صَلَاۃَ أُمَّتِيْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ، فَمَنْ کَانَ اَکْثَرُھُمْ عَلَيَّ صَلٰوۃً کَانَ أَقْرَبَھُمْ مِنِّيْ مَنْزِلَۃً''۔ (سنن کبریٰ للنسائی: ۵۹۹۵)

مُسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ایک کشف:

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے مکاشفات میں نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص درود پڑھتا ہے تو اس کی زبان سے سونے کا ایک تار نکلتا ہے اور وہ تار قبر مبارک تک جا کر جڑ جاتا ہے، پھر جب دوبارہ پڑھتا ہے تو وہ تار موٹا ہو جاتا ہے اور جب سہ بارہ پڑھتا ہے تو اس کے اندر طاقت وقوت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ مضبوط ہوتا جاتا ہے، پھر اس کا وہ صلاۃ وسلام اسی تار والے نظام سے چلتا رہتا ہے، جیسا کہ آج کی دنیا میں ٹیلیفون کا نظام چل رہا ہے اور اس وقت تو یہ سب کچھ بھی نہیں تھا، اس لیے لوگوں کو ان کی اس بات پر شبہ ہوتا تھا؛ لیکن ٹیلیفون کے نظام نے اس شبہ کو ختم کر دیا۔

نیز حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ فرشتے ٹہلتے رہتے ہیں اور درود پڑھنے والے کے درود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار تک پہونچا دیتے ہیں۔

درود پڑھنے سے سنتوں پر عمل کی توفیق ملتی ہے:

کثرت سے درود پڑھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لوگے تو ان کی یاد آئے گی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ سلم کی شکل وشباہت نظروں سے گزرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارکہ ذہن ودماغ سے گزرے گا، جنھوں نے ان کو دیکھا ان کی بات ہی الگ ہے، نام آتے ہی سارا منظر ان کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا تھا؛ لیکن جنھوں نے نہیں دیکھا ان کے متعلق کثرت درود وسلام کی وجہ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ ان کی صورت اور سیرت سب درست ہو جائے گی، کثرت درود کی وجہ سے ان کو یاد آئے گا کہ

رسول اللہ کیسے تھے، ان کو رسول اللہ کی داڑھی دکھائی پڑے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹخنوں سے اوپر کپڑا دکھائی پڑے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال ان کو دکھائی پڑے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال تصور میں نظر آئیں گے، تو ظاہر ہے کہ محبت خود بخود محبوب کے ہم رنگ کر دیا کرتی ہے، محبوب کی مشابہت اور محبوب کی اتباع کرنا محبت کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

اے دیکھنے والو مجھے حسد سے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

اور جب محبت ہوگی تو آہستہ آہستہ کثرت درود کا راز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا استحضار، آپ کے تعلق میں قوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال، اخلاق اور کردار کو اپنانے کا ایک بہت بڑا داعیہ پیدا ہو جائے گا، جیسے کثرت ذکر اللہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری نصیب ہوتی ہے۔

اسی طرح کثرتِ درود وسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ نصیب ہوتی ہے۔ اور جب یہ دونوں چیزیں کسی کو مل گئیں تو سمجھو کہ صراط مستقیم مل گیا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ" (موطا امام مالک: ۳۳۳۸) یعنی میں تمہیں دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے اور کبھی صراط مستقیم سے بھٹک نہیں سکتے: ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسرا میرا طریقہ ہے۔ یہ دونوں چیزیں میں تمہیں دے رہا ہوں، اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو کبھی صراط مستقیم سے ہٹ نہیں سکتے۔

''التحیات'' کا شانِ ورود:

میں نے خطبہ میں جو التحیات پڑھا تھا وہ اس مناسبت سے پڑھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ'' فرمایا تھا، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر براہ راست اپنی سلامتی اس وقت نازل فرمائی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

معراج کا واقعہ:

چناں چہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل اور میکائیل ان کے گھر کی چھت پھاڑ کر آئے، اس عمل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلانا تھا کہ اب کوئی نیا واقعہ پیش آنے والا ہے؛ کیوں کہ وہ تو روزانہ دروازے سے آتے تھے، پھر وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حطیم گئے اور سینۂ مبارک کو چاک کر کے اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اور براق کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکۃ المکرّمہ سے بیت المقدس تک لے گئے، براق اس قدر تیز رفتار سواری تھی کہ وہ تو منتہاء نظر پر قدم رکھتی تھی، گویا براق چل نہیں رہا تھا بلکہ اڑ رہا تھا جیسے ہوائی جہاز؛ لیکن ہوائی جہاز تو بالکل پیک ہوتا ہے اور وہ تو کھلی ہوئی سواری تھی، آپ براق کو سمجھنے کے لیے موٹر سائیکل سمجھ لیں؛ کیوں کہ یہ تو بالکل کھلی ہوئی سواری ہوتی ہے، خیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچ گئے اور وہاں پر آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں سارے نبیوں نے دو رکعت

نماز شکر ادا کی ، محمد رسول اللہ جن کو امام الانبیاء کہا جاتا ہے تا کہ ان کی امامت بھی ثابت ہوجائے ، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک سیڑھی نازل فرمائی ، اور اسی وجہ سے اس واقعہ کا نام معراج رکھا گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیڑھی پر سوار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سے آسمان پر تشریف لے گئے اور آسمانی سیر سیڑھی سے ہوئی ، پھر آسمان اوّل ، دوم ، سوم ، چہارم اور پنجم تک پہنچتے پہنچتے جب ساتویں آسمان پر گئے تو وہاں جبرئیل امین نے ساتھ چھوڑ دیا ، اس کے بعد رَف رَف آیا جہاں جبرئیل امین نے مصافحہ کیا اور کہا کہ حضور! میری پرواز یہاں پوری ہوچکی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آگے گئے تو آپ کو جنت اور جہنم کی سیر کرائی گئی ، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات ہوئی ۔ اور جب ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کا پہلا جملہ ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' پڑھا ۔

''التحیات'' کی تشریح:

لہٰذا جب اس پورے واقعہ کو ذہن میں رکھ کر التحیات پڑھی جائے گی تب ہی اس کا مزا ملے گا ، ''اَلتَّحِیَّاتُ'' ساری قولی عبادتیں ''وَالصَّلَوَاتُ'' ساری جانی عبادتیں ''وَالطَّیِّبَاتُ'' اور ساری مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں ، اور اللہ ہی کی نذر ہیں ، یعنی یہ ساری عبادتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں نذر اور پیش ہیں اور بارگاہ ایزدی کے ساتھ مخصوص ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے یہ سلامی پیش کی ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلامی پیش کی تو اس کا جواب آیا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ'' کہ اے میرے نبی آپ پر بھی اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمت و برکت نازل ہو ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ سلامتی محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست پہنچی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک وہ آواز براہ راست پہنچ رہی تھی، حالاں کہ اب تک وہ سلامتی جبرئیل امین لا رہے تھے، اب جب کہ معراج میں ملاقات ہوئی ہے تو براہ راست پہنچ رہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس سلامتی کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس سلامتی کو قبول فرمایا اور چونکہ بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی تھی (اور یہ تو حیدرآباد ہے، یہاں تو بادشاہوں اور نوابوں کی بہت سی چیزیں بھی ہوں گی) کہ جب بادشاہ گفتگو کرتا تو اس کے وزرا اور قریبی لوگ اس کی باتوں کو ہاتھوں ہاتھ لیے رہتے تھے، اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ سلامت جو بھی فرما رہے ہیں وہ ہمیں منظور ہے، تو ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی سلامتی کے جواب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْن'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہم پر جو سلامتی نازل فرما رہے ہیں وہ ہم پر بھی ہو اور ہماری امت پر بھی؛ کیوں کہ میں تو ربّ العالمین کے دربار میں بھی اپنی امت کو لے کر آیا ہوں۔

میرے بھائی! عیش کدہ میں پہنچ کر کون کس کو یاد رکھتا ہے؟ حتیٰ کہ لوگ اپنے ماں باپ اور عزیز و اقارب کو بھی بھول جاتے ہیں؛ لیکن قربان جاؤں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ تو اپنی امت کو وہاں بھی نہیں بھولے اور نظر انداز نہیں کیے۔

آج مسلمانوں کو معمولی سی خوشحالی ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول جاتے ہیں اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی بھول جاتے ہیں، اپنی شکل وصورت کو بگاڑنا اس کے لیے ایک بہانہ بن جاتا ہے کہ میں تو وزیر بننے جا رہا ہوں۔ ارے بھائی! تم ایک وزیر بن گئے، تو تمہاری حیثیت کیا ہوگئی، تم اپنے نبی کی اس وقت کی ادا

اوراس وقت کے جملے کو بھی یادرکھو جس وقت انہوں نے بادشاہوں کے بادشاہ ربّ العالمین کے سامنے اپنی امت کے لیے فرمایا تھا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ'' یعنی مجھ پر بھی سلامتی ہواور میری امت کے نیک وصالح لوگوں پر بھی۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی سلامتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتر کر سارے صالحین اور ساری امت پر پہنچ گئی تو آسمانی درباری فرشتے جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے اس کو(Welcome)اورمرحبا کہتے ہوئے ''أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' کہا۔اورفرشتوں کی جماعت نے اس کی گواہی دی، نیز تمام کارکنانِ قضاء وقدر جو وہاں کھڑے تھے، انہوں نے اس کو شہادت کے ساتھ قبول کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی وعظمت کو بیان کرنے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت ورسالت اور مقربیت کا اقرار کرتے ہوے اس کی گواہی بھی دی؛ کیوں کہ یہ تمام دلچسپ مناظر فرشتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

بہرحال یہ پورا منظر ہے صلوٰۃ وسلام کا اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر براہِ راست سلامتی نازل فرمارہے تھے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس سلامتی کو اپنے اوپر بھی اور انہیں پوری امت پر منتشر فرمارہے تھے اور اسی دوران محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازیں بھی فرض ہوئیں۔

پنج وقتہ نمازیں واقعۂ معراج کی یاددلاتی ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس ماحول میں پچاس نمازیں عطا کیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نمازوں کو چھوڑ کر چلے آتے!! اور جس پیار ومحبت سے بلا کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نمازیں دی تھیں، آج مسلمانوں کو اس نماز

کے لیے موقع ہی نہیں، حالاں کہ جس پیار ومحبت کے ماحول میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ کو نمازیں دی تھیں اس نماز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ'' (معجم طبرانی:۱۰۱۲) یعنی نماز میں تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے؛ اس لیے کہ جب میں نیت باندھتا ہوں تو زمین سے لے کر آسمان تک کا جو میرا سفر ہوا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں جو پیشی ہوئی تھی اور اللہ ربّ العزت کی طرف سے نماز کی شکل میں جو تحفہ اور گفٹ عطا ہوا تھا اس کا پورا منظر میری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

اور اسی لیے نماز کو معراج المومنین کہا جاتا ہے کہ یہ نماز تو مسلمانوں کو معراج کا پورا واقعہ یاددلاتی ہے؛ لیکن آپ بتائیں کہ ہمارا اس قیمتی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سب سے پسندیدہ تحفوں کے ساتھ کیسا تعلق ہوگیا ہے؟ اور ہم اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کررہے ہیں؟ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم اپنی تاریخ بھی جانیں اور اپنا واقعہ بھی جانیں۔

تخفیفِ نماز کا واقعہ:

بہرحال اللہ تبارک وتعالیٰ نے معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر براہ راست سلامتی عطا فرمائی اور پچاس نمازیں بھی اور جب عرش سے آنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا معاملہ پیش آیا؟ تو اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچاس نمازیں دی گئیں ہیں۔

اوّل تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے شرافت کا مقام ہی الگ ہے، اگر اللہ تعالیٰ پانچ ہزار بھی نمازیں دیدیتے تو بھی آپ لے آتے؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نبی بن کر گیا ہوں، میں بھی وہاں سے گزر کر آیا ہوں اور اپنی

امت کے حالات دیکھ کر آیا ہوں، دو نمازیں بھی لوگوں نے ادا نہیں کی اور آپ پچاس نماز لے کر جائیں گے تو کیا حال ہوگا؟ اس لیے آپ یہیں کم کرا لیجیے!۔

میرے بھائی! یہ بھی پیار کا ایک انداز تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو منظور فرما لیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کم کرانے بار بار تشریف لے گئے اور جب بار بار مراجعت فرمائی تو جتنی بار مراجعت فرمائی، نماز گھٹتی چلی گئی۔

تخفیفِ صلوٰۃ میں روایات:

اور نماز کے کم ہونے کے بارے میں کئی روایات ہیں:

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ نو-نو نمازیں کم ہوئیں۔ (۲) دوسری روایت یہ ہے کہ پانچ پانچ کم ہوئیں۔ (۳) تیسری روایت یہ ہے کہ پہلے پچیس کم ہوئیں، اس کے بعد کم ہوتی گئیں اور کم کرتے کرتے جب پانچ بچی، تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ہے ایک بار اور جائیے تاکہ اور کم ہو جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مجھے حیا آرہی ہے؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو کائنات کے مالک ہیں، وہ مجھے ایک چیز دے رہے ہیں اور میں کم کراتے جاؤں، اس لیے اب مجھے جاتے ہوئے حیا آرہی ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیا پر پیار آ گیا اور آواز آئی، کہ یہ ہیں تو پانچ نمازیں اور آپ کے کہنے پر میں نے پانچ نمازوں کی مہر بھی لگا دی ہے؛ لیکن وہ میرے یہاں پچاس ہی لکھی گئی ہیں، اس لیے وہ پچاس ہی رہ گئیں اور اب آپ کی ہر نیکی کا سکہ یہیں سے دس گنا بڑھ گیا ہے اور آواز آئی کہ بھلے ہی میں نے اپنا فریضہ پچاس رکھا ہے؛ لیکن آپ لوگوں کو ادا تو پانچ ہی کرنا ہے، البتہ نیکیاں پچاس نمازوں کی ملیں گی۔

اور یہیں سے امت محمدیہ کی نیکی کا سکہ دس گنا بڑھ گیا اور ایک نیکی دس گنا کے ساتھ

شمار ہونے لگی، لہٰذا اگر ایک وقت کی نماز پڑھیں گے تو دس نمازوں کا ثواب ملے گا اور پانچ پر پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا لیکن اتنی بات میں مسلمانوں سے کہہ دیتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو کس شان وشوکت اور پیار ومحبت کے ساتھ یہ نمازیں عطا فرمائیں، اس کا کچھ اندازہ آپ لوگوں کو ہو گیا ہوگا؛ لیکن آج کے مسلمانوں کو اس کا خیال نہیں اور کس قدر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفے سے کھلواڑ کر رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک بہت عجیب باب قائم فرمایا ہے ''بَابٌ کَیْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاۃُ'' یعنی کم کو نہیں بتایا کہ کتنی نمازیں فرض کی گئیں، بلکہ فرمایا کہ ''کیف فرضت الصلوٰۃ'' کہ ارے بھائی نماز کس ماحول میں دی گئی، کس پیار ومحبت کے ساتھ دی گئی، کس اعزاز واکرام کے ساتھ دنیا سے بلایا گیا، تمام آسمان کے دروازے کھلتے چلے گئے، اس کے بعد اس اعزاز واکرام کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جیسی دولت عطا فرمائی، اس ماحول کو ذرا دماغ میں رکھو اور اس کا خیال رکھو، پھر اس نماز کے ساتھ ہمارا کیا سلوک اور برتاؤ ہے؟ سوچو!!۔

نماز چھوڑنا کفر جیسا عمل ہے:

میرے بھائی! اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جس نے نماز چھوڑی وہ گیا؛ کیوں کہ جو اتنے محبوب عطیے کو بھی ضائع کر دے تو گویا کہ اس کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح محبت ہی نہیں، اس کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس محبت اور اس اکرام واحترام کا خیال نہیں رہا، جس محبت سے اس نے اپنے رسول کو نماز عطا کی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو بہت سارے

احکام عطا فرمائے، وہ تو مالک الملک ہیں، ان کے حکم سے کون اعراض کرسکتا ہے؟

جب فرشتوں کو حکم دیا گیا تو وہ جھک گئے، آسمانوں کو دیا گیا، زمین کو دیا گیا، مجال ہے کہ کوئی انکار کردے؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم کس پیار ومحبت کے ساتھ عطا فرمایا تھا، اس لیے ضرورت ہے کہ مسلمان اس کو بہت ہی پابندی سے ادا کریں؛ کیوں کہ اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا، حدیث ''مَنْ تَرَکَ الصَّلاۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ'' (الترغیب والترہیب:۱/۲۶۱) کا مطلب یہی ہے کہ جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے کافروں والا عمل کیا، یہ الگ بات ہے کہ فقہاء نے کیا لکھا ہے اور کیا بحث کی ہے؛ لیکن بس بات یہی ہے کہ اتنی قیمتی چیز اور مسلمان بھول جائے؛ یہ تو مسلمانوں والا کام نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو نماز کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اسی طرح تمام مسلمانوں کو صلوٰۃ وسلام کے اہتمام کی بھی توفیق عطا فرمائے؛ کیوں کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے، نیز جس طرح یہ صلوٰۃ وسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفعِ درجات کا سبب ہے وہیں پر مسلمانوں کے لیے بھی کفارۂ سیّات اور رفعِ درجات کا ذریعہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین.

حضرت محسن الامت علیہ الرحمہ کے پسندیدہ اشعار

(جنھیں اپنے بیانات اور مجلسوں میں بڑے ہی کیف و مستی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے)

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا کسی کو فکر گونا گوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا بس اک مجذوبؔ کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اڑا دیتا ہوں اب بھی تار تارِ ہست و بود اصغرؔ لباسِ زہد و تقویٰ میں بھی عریانی نہیں جاتی

جو میں سجدے میں سر رکھ دوں زمیں کو آسماں کر دوں خودی کو میں فنا کر دوں مٹا دوں بے نشاں کر دوں

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن
ترجمہ: ایک ہاتھ میں شریعت کا جام ہے، ایک ہاتھ میں عشق کی نہائی ہے،
ہر آرزومند کو جام اور نہائی سے کھیلنے کا ڈھنگ نہیں ہوتا ہے

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہدؔ فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگمان رہنا

اے جلیل اشکِ گنہگار کے اک قطرے کو ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانے پر

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی